

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

ایڈیٹرز: پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے
پادری غلام مسیح صاحب
مینو منزل۔ وارث روڈ لاہور
پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب
ایم اے (ایمپرس روڈ۔ لاہور) مینیجر

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینیجر صاحب ہونا چاہئے۔ اور مضامین و اشتہارات برائے اندراج بنام ایڈیٹرز ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۲ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے - ۱۸ اپریل ۱۹۲۴ء | نمبر ۱۶

قطعہ برائے گڈ فرائیڈے

جناب پادری بی گارڈنز صاحب صبر از ملہور ضلع کانپور

رات میں اپنے پلنگ پر تھا جو لیٹا — کہ یکایک دل دانا میں یہ میرے گذرا
خوب اس وقت تلاوت ہے کلام حق کی — وقت اچھا ہے خیالات ہیں اس دم اچھا
لیکے انجیل مقدس جو لگا میں پڑھنے — متی چھبیس میں جب حال مسیحا دیکھا
ضبط مجھ سے نہ ہوا جوش محبت کے سبب — دل بھر آیا مرا میں خوب بلک کر رویا
ہاں کفار نے بے جرم پکڑ کر اس کو — روبرو حاکم ظالم کے کیا جا کے کھڑا
چل بسے چھوڑ کے سب اسکے رفیق و ہمدم — صرف پطرس ہی کسی وجہ سے ہمراہ گیا
بہت جھوٹے گواہوں کو بلا رشوت سے — فکر سب قتل کی کرنے لگے اسکی اس جا
پر گواہوں سے ثابت ہوئی کچھ اسکی خطا — وہ تو بے عیب تھا بے جرم تھا بے جرم تھا
پھر کیافا نے قسم دیکے کہا یہ اس سے — سچ بتا ہم کو کہ ہے تو ہی خدا کا بیٹا
سن کے شہزادہ علا نے کہا یہ اس سے — سچ کہا تو نے ہے اس بات میں بالکل سچا
اور سن غور سے تو کان لگا کر اس کو — میرا رتبہ تو خدا نے کیا اس سے بھی بڑا
مجھکو تم تخت خداوند کی دہنی جانب — دیکھو گے جبکہ قیامت ہو جہاں میں برپا
اس پہ چلائے شقی شور مچایا بےحد — اور سردار کیافا نے گریباں پھاڑا
الغرض بولے ہوئی سب کی اسی پر قائم — قابل قتل ہے یہ قتل ہے واجب اسکا
سب نے تحقیر کی اور منہ پہ طمانچے مارے — اور پھر جان کے ٹھٹھے کئے منہ پر تھوکا
مارکر خود ہی لگے پوچھنے اس سے ظالم — کس نے مارا ہے تجھے ہم کو نبوت سے بتا
بھائیو غور کرو دل میں یہ دکھ عیسیٰ نے — ساری دنیا ہی کی خاطر تو اٹھایا تھا بلا
اب یہ لازم ہو کہ سب اس پہ بطور رکھیں — ورنہ محشر میں رہے یاد کہ رونا ہوگا
صبر کے ساتھ رہے آمد عیسیٰ پہ نگاہ — اس نے وعدہ کیا سچا ہو ضرور آئیگا

سلام

مجرئی۔ دل خود بخود سینہ میں گھبرانے لگا — آج کس کا آخری دیدار یاد آنے لگا
آبدیدہ ہوکے سرور نے یہودا سے کہا — پردۂ الفت میں تو یہ کیا غضب ڈھانے لگا
آج عالم میں ہوا کس کا جگر پارہ شہید — کس لئے شورشِ معلّیٰ آج تھرانے لگا
دفعتاً چلنے لگی کیسی ہوا ہی ناگوار — کیوں گل باغ ارم دم بھر میں مرجھانے لگا
دیکھنے والوں کی حالت کچھ سے کچھ ہونے لگی — دھوپ سے روئے مبارک جبکہ سنولانے لگا
جس کی مولا سے ہوئی الفت وہ ناجی ہو گیا — جنتی وہ ہو چکا جو ان کا غم کھانے لگا
بیکلی پیدا ہوئی پھر دردِ شہ کی یاد سے — پھر تصور آپ کے زخموں کا تڑپانے لگا
کیوں خلش ہو قلب میں رنج و الم کے خار کی — نیزۂ غم کس لئے سینہ کو برمانے لگا
گرد کے پائے ہوئے کو جبکہ دیکھا دار پر — حضرت مریم کو عنا بلا غش غش آنے لگا

رباعی

ہو جو کسی خواب خیال آرا میں
شک نہیں تمہاری غفلت بیجا میں
گو سر پہ بجے ڈھول نہ اٹھنا زنہار
ایسا بھی تو چاہیے کوئی دنیا میں

عاجز

گڈ فرائیڈے

از قلم منت

کب آدمی سے بیاں ہو وقار مریم کا
خدا ہی کرتا ہے خود افتخار مریم کا

یہ سینہ چھید سے دیکھوں نوک خار مریم کا
ہو تاج کانٹوں کا اور گل عذار مریم کا

کرے کلیجہ جو تلوار پار مریم کا
چھدے مسیح تو ہو دل فگار مریم کا

لہولہان ہُوا گل عذار مریم کا
کہ کلوری پہ کھلا لالہ زار مریم کا

بچاتی پھرتی تھی بیچاری جان بچہ کی
ہوا جو مصر کی جانب فرار مریم کا

رضا طلب جو تھا اللہ جل شانہ آپ
اسی سبب سے ہُوا خواستگار مریم کا

سلام کرکے ملک بولا اے پسندیدہ
اسی پسند میں تھا افتخار مریم کا

پڑی ہے دشمنی خود آن میں اور شیطان میں
تو کیسے جانے ہو پھر داغ عذار مریم کا

خدا کے بعد وہی افضل الخلائق ہیں
مقدسوں میں ہے اول شمار مریم کا

خدا کی باندی سمجھتی ہیں اپنے آپ کو وہ
نہیں ہے فخر سے کم انکسار مریم کا

ہُوا تجسم عیسیٰ بہ فیض رُوح قُدس
محب تھا سایۂ پروردگار مریم کا

کہینگے مجھ کو مبارک ہر اک زمانہ کے لوگ
ابد قرار ہے قول و قرار مریم کا

تھی روح عالم ارواح میں تو قبر میں لاش
تھا سائبان لحد انتشار مریم کا

دیا جہان کو اعجاز آولیں نے ثبوت
کہ ہے سیدہ پسر ہو نہار مریم کا

بیٹا جو پردہ ہیکل تو ساتھ ہی اُسکے
لباسِ زیست ہُوا تار تار مریم کا

جو ہندی بیٹیاں چاہیں کہ اچھی ابھی بنیں
کریں وہ چال چلن اختیار مریم کا

فلک میں اس کے تھا منّت جو ایزد برحق
کہیں ہے عرش سے بڑھ کر وقار مریم کا

تلاش دوست

از قلم کپتان بھگوان داس کشتہ

مجھے تلاش ہے۔ کس چیز کی؟ ایک دوست کی۔ مجھے تلاش ہے ایک ہمدرد کی۔ مجھے تلاش ہے ایک ہمدم کی۔ یوں کہنے کو دوست بہت۔ ہمدم بے شمار۔ ہمدرد بے انتہا۔ مگر مجھے تلاش ہے کس کی؟ ایک سچے دوست کی جو زبان ہی سے مجھے دوست نہ کہے۔ بلکہ دل سے اپنے آپ کو میرا دل دوست سمجھے۔ آہ! دنیا والوں نے دوست کے ایسے عنقا صفت لفظ۔ ایسے پاکیزہ لفظ کو اس قدر عام کردیا کہ جس سے ذرا بھی شناسائی ہوگی اُسے دوست کے معزز **لقب سے** مخاطب کرینگے۔ حالانکہ دوست ان کو بھی کہنا زیبا نہیں ہے جن سے سالہا سال کی گہری ملاقات دیکھتے ہو۔ **دوست صرف** اُن کے لئے شایان ہے جو کامل طور پر حق دوستی ادا کریں۔ جن کا تجربہ ہوچکا ہو۔ جو دوست کے لئے جان و مال کی پرواہ نہ کرے۔ جو دوست کی خاطر خطرات برداشت کرچکا ہو جنکی دوستی پر کامل بھروسا ہو۔ باقی جو حضرات آلائش کی طرح گرد و پیش رہتے ہوں اُن کو وقت آشنا کہنا چاہئے نہ کہ دوست۔ آجکل دوست کا اطلاق صرف مردوں کے واسطے ہے۔ حالانکہ لفظ دوست ہر اُس شخص کے لئے ہے جو حقیقی خیرخواہ اور محبت رکھنے والا ہو مرد ہو یا عورت۔ غیر ہو یا رشتہ دار جس پر دوست کا لفظ صادق آئے۔ جو جان و مال تو کیا چیز ہے۔ آبرو کی بھی دوست کے لئے پرواہ نہ کرے۔ جو دوست کی خاطر ہر طرح کی تکلیف۔ نقصان آبروریزی وغیرہ۔ جو دوست کی دوستی پر کامل بھروسہ رکھے کہ ہزار برائیاں دوست دیکھے کہ وہ دوست میرے واسطے کر رہا ہے۔ کیسے ہی معتمد اشخاص کی زبانی سُنے مگر اعتبار نہ کرے بلکہ یہی سمجھے کہ اس میں بھی کوئی مصلحت نیک پوشیدہ ہوگی۔ دُنیا بُرا کہے۔ زمانہ طرح طرح کے الزام دے۔ مگر دوست دوست کی دوستی سے دست بردار نہ ہو۔

آہ۔ حقیقی دوست کی دوستی سے محرومی نے مجھے دوست کا متلاشی کردیا۔ میں اسی تلاش میں سرگرداں ہوں کہ کوئی حقیقی دوست مجھے ملے۔ آہ! ایک ایسا دوست جو حقیقی معنی میں دوست کہے جانے کا مستحق تھا مجھے میسر تھا۔ اس پر بھروسہ تھا۔ اگر وہ کوئی ایسی بات بھی کرتا تھا جو ظاہرا مجھے تلخ معلوم ہوتی جس کے ظاہر عنوان سے کوئی دوستی نہ معلوم ہوتی۔ چونکہ مجھے اُس کی دوستی پر بھروسہ تھا۔ مجھے اس کی تلخی شکر سے زیادہ میٹھی معلوم ہوتی تھی۔

مجھے خیال تھا کہ یہ میرا حقیقی دوست ہے۔ جو کچھ بھی اس کا قول و فعل ہے۔ میرے واسطے فروس اس میں نیکی پوشیدہ ہے۔ پس یہ بھروسہ ہی میرے لئے آرام دل و سکون قلب کا باعث تھا۔ اس دوست کی دوستی نے مجھ میں اعلیٰ صفات اعلیٰ اخلاق پیدا کردیئے تھے۔ مجھ میں صبر و تحمل کا مادہ پیدا کردیا تھا۔ اور میرے دل میں یہ ذوق پیدا ہوگیا تھا کہ میں اپنے آپ کو اس کی دوستی کے قابل ثابت کروں۔ اور ہر ناممکن طریق سے میری یہ کوشش تھی کہ یہ دوست مجھے اپنا دوست سمجھے۔ اس کے واسطے مجھے بہت سی قربانیاں کرنی پڑیں۔ بہت سی اپنی تمنائیں۔ خوشیاں اُس کی دوستی حاصل کرنے کے لئے

نور افشاں

مطبوعہ ۱۸ اپریل ۱۹۲۴ء

یسوع مسیح کی موت میں فتح

پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہکر دم دیدیا ۔ لوقا ۲۳ : ۴۶

زرگ انسان کی زندگی کی ابتدائی منازل کے راگ الاپتے رہتے ہیں ۔ ان کے انجام سے پیشتر کی کامیابیوں پر نازاں رہتے ہیں ۔ ابتدائی زندگی کی فتوحات کا ذکر کرتے اپنی زبانیں گھسا ڈالتے ہیں ۔ مگر وہ اپنے مایۂ نازوں کا انجام نہیں دکھاتے ۔ وہ ان کی زندگیوں کے انجاموں کو ہمیشہ پردۂ غیب میں رکھتے ہیں ۔ اُن کے انجام سے پیشتر کے بڑے بڑے کارنامے بتلاتے ہیں پر اُن کے انجاموں کو چھپاتے ہیں ۔ کیونکہ اول تو انہیں اُن کے پیشواؤں کے انجام ہی معلوم نہیں ہیں ۔ اگر معلوم بھی ہوں تو اُن کے انجام اُن کی زندگی کی امیدوں کے خلاف ہوتے رہے ہیں ۔ ان کی زندگیوں کے انجام اُن کی جملہ امیدوں کے تار پود کو بکھیرنے والے ظاہر ہوئے ہیں ۔ ایک یسوع مسیح کی شخصیت ہمارے علم و آگاہی میں ایسی ہے جو اپنی زندگی کے معلومہ انجام تک پہنچی اس کے مخالفین اپنا تمام زور لگا ہارے ۔ مگر وہ یسوع ناصری کو اس کے معلومہ انجام تک پہنچنے سے نہ روک سکے بلکہ اُسے اُس کے معلومہ انجام تک پہنچانے میں ساعی ہوئے ہماری سندی آیت ہمیں صلیب پر یسوع مسیح کا پرفضل انجام دخاتمہ دکھاتی ہے وہ یسوع مسیح کی شکست میں فتح کی نشان ظاہر کرتی ہے ۔ اس آیت پر جس قدر سوچا جائے اُسی قدر یسوع مسیح کی زندگی کے کمالات ظاہر ہوتے ہیں ۔ لوگ جو جینا نہیں جانتا وہ مرنا بھی نہیں جانتا ۔ جو مرنا جانتا ہے وہی جینا جانتا ہے ۔ یسوع مسیح میں یہ کمال ہے کہ وہ جینا بھی جانتا ہے اور مرنا بھی جانتا ہے ۔

لاہور میں مسیحی لیکچر

بہت دن نہیں گذرے کہ ہم خصوصاً احمدی اصحاب کے ان معانی کے بڑے بول ان کے اخباروں میں میں پڑھا کرتے تھے کہ مرزا صاحب نے مسیحیت کی صف لپیٹ دی ہے ۔ احمدی اصحاب مسیحیوں کے لئے ہوّا ہیں ۔ وہ اُن کی کسی گاؤں یا قصبہ میں صورت دیکھکر فرار سوچا کرتے ہیں ۔ ہم احمدیوں نے مسیحیوں سے میدان مناظرہ خالی کر چھوڑا ہے ۔ میدان تحریر مسیحیوں سے صاف کر چھوڑا ہے وغیرہ ان تعلیوں کے جواب میں ہمنے ایک دفعہ لکھا تھا کہ صاحبان مسیحیوں میں ایسے علامہ اور مرد میدان مسیحی موجود ہیں جو احمدی اصحاب کا منہ بند کر سکتے ہیں ۔ اس پر معاصر اہلحدیث نے بھی ہماری تائید کی تھی ۔ ہماری اس پیشگوئی کی تائید و تصدیق مسیحیوں کے لاہوری لیکچروں سے صفائی اور بداہت سے ہو گئی ۔ گو ہم بطور فخر کچھ نہیں لکھتے صرف واقعات کی یاد دہانی کرتے ہیں ۔ اگر کسی غیر مسیحی کو اپنی قابلیت پر فخر ہو تو بھی ہم فخر کرنا نہیں چاہتے ۔ پر ہم اپنے لاہوری خطبہ خوانوں کی زندگی کے لئے اور اُن کی لاہوری خدمات کے لئے خدا کا ضرور شکر کرینگے ۔ خصوصاً حضرت ایس ۔ ایم پال صاحب اور جناب پادری عبدالحق صاحب کی مسیحی خدمات کو جو انہوں نے لاہور میں انجام دیں فخر و فخر سے یاد کرینگے ۔

ہم اُن اصحاب کے بھی شکر گذار ہیں جنہوں نے اپنے قابل سے قابل مولوی صاحبان مسیحی لیکچروں پر اعتراض کرنے کے لئے کھڑے کئے بہتر سے بہتر معترض پیش کئے جنہوں نے مسیحی لیکچروں پر اعتراض کرنے میں اپنی لیاقت و طاقت خرچ کر ڈال ۔ سامعین میں بھی ہمارے احمدی بھائیوں کی ہی حاضری زیادہ ہوا کرتی تھی ۔ مگر مسیحی خطیبوں نے عموماً اور حضرت ایس ۔ ایم پال صاحب اور پادری عبدالحق صاحب نے خصوصاً جملہ اعتراضات کو ایسی خوبی اور متانت سنجیدگی سے اڑایا گیا کہ ہمارے مسیحی تو ایک طرف مسلم سامعین اُن پر اور اُن کی قابلیت پر فدا تھے اور ہمیں پختہ یقین ہو کہ وہ اُن پر فدا رہینگے ۔

لاہور کے مسیحی لیکچروں میں ایک غیر معمولی خوبی یہ تھی کہ منتظم کمیٹی نے مسیحیت پر اعتراض کرنے والوں کو کھلا موقع دیا تھا ۔ پانچ منٹ معترض کے لئے تھے ۔ اور پانچ ہی منٹ مجیب کے لئے رکھے گئے تھے ۔ آج کے دن تک لاہور کی کسی مذہبی جماعت نے غیر مذہب والوں کو ایسا کھلا موقع کبھی نہیں دیا جو لاہور کے مسیحیوں نے دیا تھا ۔ باقی پھر

ینابیع المسیحیت

گزشتہ سے پیوستہ

ہمارے دعوے کی دوسری صورت

ہمارے زمانہ میں مسیحیت دو صورتوں میں دنیا کے روبرو موجود ہے ۔ اس کی ایک صورت مسیحیوں کی پشت حاضرہ میں پائی جاتی ہے اور اس کی دوسری صورت مسیحیوں میں کتابی صورت رکھتی ہے جسے ہم مسیحیوں کی بائبل کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ ہر دو صورتوں کی مسیحیت اپنے اصلی چشموں سے قریباً دو ہزار برس کا زمانی فاصلہ رکھتی ہے ۔ اس طول طویل عرصہ میں مسیحیت کی دونوں صورتوں کے تراز میں خارجی

اور غیر مسیحیت کے بعض اجزا مسیحیت کے پانیوں میں آملنا یا مسیحیت کے بعض اصلی اجزا کا تاثرات زمانی سے الگ ہو جانا دائرہ امکان میں ہے لیکن ہم مسیحیت کی نمائندہ مسیحی پشت حاضرہ پر پہلے غور فرمائیں تمام دنیا کی اقوام کے مقابل مسیحیوں کی پشت حاضرہ ہی وہ امت ہے جو اپنے ماقبل کی تمام مسیحی پشتوں کی اس تمام دولت کی وارث ہو جو یسوع مسیح کے زمانہ سے آج کے دن تک پیدا ہو چکی ہیں۔ گو مسیحیوں کی پشت حاضرہ میں بعض اعتقادی و انتظامی اختلاف پائے جاتے ہیں پر اس میں کلام نہیں کہ تمام دنیا کے مسیحی مسیحی ہی کہلاتے ہیں۔ وہ بائبل کو مانتے ہیں۔ وہ یسوع مسیح سے اپنی نجات کا یقین کرتے ہیں۔ وہ خدا کے باپ ہونے یسوع مسیح کے ابن اللہ ہونے اور روح القدس کے روح خدا ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ کل بنی آدم کے بھائی ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن سے کسی مخالف کو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔

جب دنیا کے مسیحیوں کی علمی حیثیت پر غور کیا جاتا ہے۔ تو وہ آج کے دن دنیا کے غیر مسیحی مذاہب کے معتقدوں کے مقابل ہمہ دانی کا وصف رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس سے بحث نہیں کہ انہوں نے علم و معلومات کے خزانے کہاں سے پائے؟ فی الحال اس قدر مطلب سے ہمیں واسطہ ہے کہ دنیا میں آج کے دن مسیحی کہلانے والی اقوام غیر مسیحی اقوام کے مقابل ہمہ دانی کی لیاقت رکھتی ہیں۔ یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے۔

اگر مسیحیوں کی پشت حاضرہ کی دنیوی حیثیت کو دیکھا جائے۔ اگر ان کی قوت و طاقت کا۔ اگر ان کی حکومت اور ان کے اقتدار کا۔ اگر ان کی قوت و طاقت کی تاثیر کا۔ اگر ان کی حکومت و سلطنت کا خیال کیا جائے تو مسیحیوں کی پشت حاضرہ کے عالمگیر طاقت ہونے کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ان کی قوت و طاقت کی تاثیر ایک عالمگیر حقیقت ہے۔

اگر مسیحیوں کی موجودہ پشت کی تہذیب و شائستگی کو اس کی خصلت و سیرت کو دیکھا جائے تو آج کے دن دنیا کے تختے پر کوئی قوم و گروہ نہیں جسے اس کی برابری و مساوات کا دعویٰ ہو۔ مسیحیوں نے اپنی اقوام اور اپنے رہائش کے ممالک کو دنیا کے لئے قابل رشک بنا رکھا ہے۔ غرضیکہ مسیحیوں کی پشت حاضرہ گو تمام انسانی کمزوریاں رکھتی ہو تو بھی وہ ایسی قوی اور طاقتور ہے کہ آج کے دن مسیحیوں کی پشت حاضرہ روئے زمین پر اپنا ثانی نہیں رکھتی رہ اقوام دہر میں نہایت اکمل انسانیت کا نمونہ ہے۔ اس کی دینی اور دنیوی جانفشانیاں اور قربانیاں اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ اس حقیقت کا انکار حق اور سچائی کا انکار ہے۔

جب مسیحیوں کی پشت حاضرہ کی عمر دریافت کی جاتی ہے تو اس کی عمر بھی دیگر اقوام کے مقابل نہایت چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ عمر ۱۹۲۴ برس کی مانی جاتی ہے۔ مسیحیوں کی پشت حاضرہ زمانہ ماضی میں جس قدر پیچھے ہٹتے جاؤ اسی قدر اس کا پھیلاؤ کم ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جب ہم ۱۹۲۴ برس پیشتر جا کر دیکھتے ہیں تو یہ تمام جماعت جو اس وقت عالم میں پھیلی نظر آتی ہو ایک یسوع ناصری مسیح کی واحد شخصیت میں غائب نظر آتی ہے۔ یہ وہ فرد واحد ہے جس نے اپنی زندگی سے زندگی کے طریق عمل سے زندگی کے عجیب و غریب انجام سے ۱۹۲۴ برس کے عرصہ میں اس جماعت کو دنیا میں پیدا کر دیا ہے جو ہمارے زمانہ کی دنیا کی نگاہوں میں مسیحی مشہور ہے۔

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ جس وقت و زمانہ میں ہمارے زمانہ کی عالمگیر مسیحی جماعت کا یسوع ناصری مسیح کے ساتھ جنم ہوا تو تمام دنیا بت پرست شمس و قمر پرست سیارہ و ستارہ پرست وغیرہ اقوام کا دور دورا تھا۔ تمام دنیا پر مٹھی بھر یہودیوں کو چھوڑ کر جو زمین پر بالشت برابر زمین کے بھی مالک نہ تھے۔ ایک ہی عالمگیر مذہب مروج تھا۔ جسے ہم بت پرستی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دنیا کی تمام دولت و حشمت بت پرستوں کی ملکیت تھی۔ تمام دنیا کی انسانی آبادی بت پرستی کی میراث تھی۔ دنیا کی تمام حکومتیں اور سرداریاں تمام لشکر اور افواج بت پرستی کی حمایت و ہدایت پر فدا تھیں۔ جو خدا کے تھوڑے سے پرستار جو تھے جنکو اُس زمانہ میں یہودی کہتے تھے وہ بھی بت پرستوں کی غلامی میں تھے جن کے مال اور جانیں بت پرستوں اور خود بت پرستی کے قبضہ اختیار میں تھیں۔ غرضیکہ تمام دنیا پر ایک ہی مذہب کا غلبہ تھا وہ مذہب بت پرستی تھا۔ تمام دنیا پر ایک ہی مذہب ماننے والوں کا غلبہ و قبضہ تھا وہ لوگ بت پرست تھے۔

ایسے حالات و اسباب کے زمانہ میں یہودی قوم میں مسیحی جماعت کا باپ یسوع ناصری مسیح پیدا ہوا۔ اُسے قدرت نے صرف غریبی زندگی میراث میں دی۔ اُسے قدرت نے ۳۳½ برس کی زندگی عطا فرمائی اس میں سے بھی اُس نے صرف ۳½ برس الٰہی خدمت میں صرف کئے۔ تاریکی کی قوتوں نے ایسے قلیل عرصہ میں اس کی پاک زندگی کا خاتمہ کر ڈالا۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ ۱۹۲۴ برس کے عرصہ میں تمام دنیا سے بت پرستی کی تمام طاقتیں ملیامیٹ ہو جاتی ہیں۔ بت پرستی کا عالمگیر مذہب فنا ہو جاتا ہے۔ بت پرست اقوام اپنے مذاہب و دیوی دیوتا ذکر۔ اپنی تمام مکروہات کو فراموش کر کے اپنا سب کچھ اس یہودی بیردی کی ملکیت میں چھوڑ کر اس کی محبت کی زنجیروں کی اسیر ہو جاتی ہیں۔ وہ اس کی ایسی گرفت میں آتی ہیں کہ یسوع ناصری مسیح سے آزادی کا نام کفر و الحاد رکھتی ہیں۔ اگر مسیحیت کے مخالفین کو اس میں



زندہ خدا کا ہاتھ نظر نہ آئے تو بلاشک اُن کا مرض لا علاج ہے۔ پس ہم مسیحی کہتے ہیں کہ مسیحیت اگر اقوام دہر میں سے کسی قوم میں پائی جاتی ہے تو وہی اقوام ہیں جنکو ہم مسیحی اقوام کہتے ہیں۔ یا جنکو ہم نے مسیحی گروہ یا مسیحی جماعت کے نام سے یاد کیا ہے۔ مسیحیوں کی اُمت حائزہ سے باہر انسانی اقوام میں مسیحیت کی ہستی نہیں پائی سکتی ۔ یہ ہمارے دعوے کی صورت ہے۔

تحقیق الاسلام

واجب التوقیر بزرگ پادری صاحب سلامت

آپ کا بیش بہا خزانہ یعنے رسالہ تحقیق الاسلام طبع ثانی مجھ کو ملگیا اور میں نے شروع سے آخر تک اس کا مطالعہ بھی کر لیا ہے۔ میرے دوست مسلمان اور عیسائی دونوں کی جدی جدی رائیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس رسالے کا مصنف بڑا زبردست محقق ہے۔ اور بڑی جانفشانی اور تحقیقات کے بعد یہ رسالہ لکھا گیا ہے لہٰذا وہ بڑے فخر سے اپنے دوستوں کو تحدی کرتے اور کہتے ہیں فاتوا جواب ھذا ان کنتم صادقین اور بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ رسالہ الہام سے لکھا گیا ہے۔ اور اس کا مصنف الہامی شخص ہے اور بعض نے یہ اقرار کیا ہے جس سے کہ زمین بھی تحقق ہے کہ رسالہ تحقیق الاسلام ایک کھلا معجزہ ہے جس نے بالخصوص ہند کے تمام مسلمانوں کی زبان کو بند کر دیا ہے ایک اور گروہ بھی ہے جس نے اپنے کانوں اور آنکھوں کو بند کر لیا ہے وہ لوگ نہ تو اس رسالہ کو پڑھنا چاہتے ہیں اور نہ اُس کی بابت کچھ سُننا چاہتے ہیں۔ میرے نزدیک اس آخری گروہ کا خوف کوئی بے جا خوف نہیں ہے وہ لوگ بخوبی جان گئے ہیں کہ ایک مرتبہ بھی اگر رسالہ تحقیق الاسلام کو پڑھ لیا تو بڑی صفائی سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ دین جس کو ہم اسلام سمجھے ہوئے ہیں صرف نام ہی نام ہے اور انہوں نے اپنے ارادے کو مضبوط کر لیا ہو کہ جو کچھ آنحضرت کے زمانہ سے آج تک ہوتا آیا ہے اسی راستہ پر چلنا ہماری فلاح ہے۔ جو کچھ لکھا گیا وہ لکھا گیا اور جو کچھ سمجھا گیا وہ سمجھا گیا۔ لہٰذا ہم اپنی قدیم رفتار کو روک نہیں سکتے اور نہ روکنا چاہتے ہیں۔ خدا رحیم ہے جو چاہے سو کرے۔ ہم عیسائیوں کی بات کبھی نہ مانینگے۔ چاہے وہ بات سورج سے زیادہ روشن اور صادق ہو کیا ہمارے نبی ہاں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سالہ عمر سے پہلے ہی عیسائی ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے بپتسمہ بھی لے لیا تھا۔ توبہ توبہ توبہ۔ جھوٹھ جھوٹھ جھوٹھ۔ یہ عیسائی لوگ اپنی کتاب کو توڑ ادل بدل کر کے ملیامیٹ کر ہی چکے ہیں اور اب ہمارے قرآن شریف کے پیچھے بھی ہاتھ دھو کے پڑے ہیں لا حول ولا قوۃ سمجھو اب قیامت نزدیک آگئی ہو۔

مگر اسی جماعت میں یہ حدیث کسی کو بھی یاد نہ آئی کہ قیامت سے پہلے ایمان اور محبت کی طرح قرآن شریف کے حروف بھی آسمان پر اُٹھالئے جائینگے اور قرآن کی جلدیں بالکل صاف اور کورے کاغذ باقی رہ جائینگے۔ جو کچھ خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا۔ رسالہ تحقیق الاسلام تو مسلمانوں کے گلے میں ایک آسمانی بلا چمٹ گئی ہے اور اب اُن کو مجبوراً دیکھنا ہی پڑیگا اور سننا بھی ضرور ہوگا۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ رسالہ تحقیق الاسلام ہم اُن کی خدمت میں پہنچا دیں اور کسی بات میں ان کو مجبور نہ کریں۔ آئندہ جو کچھ کرنا ہے وہ تحقیق الاسلام خود کریگا۔

آپ مہربانی سے اس مضمون کو اپنے باوقار اخبار نور افشاں میں درج فرماویں۔ تاکہ ہمارا پیغام ہمارے مہربان دوستوں تک پہنچ جائے۔ نہایت مہربانی ہوگی۔

نیازمند:۔ ایک عیسائی منّاد
تنگلو

محنت اور استقلال

گذشتہ سے پیوستہ

(افادہ چوہدری غلام حیدر صاحب)

ڈالٹن صاحب جو کیمیات کا بڑا ماہر تھا کہتا ہے کہ میری ذہانت کا سارا دارومدار محنت پر موقوف ہے جان ہنٹر ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میرے دل کی حالت بعینہٖ مگس کے چھتے کی مانند ہے کہ دُور سے پریشان اور اُجڑا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن جب نگاہ تعمق سے دیکھا جائے تو ایک نظام اور سلسلہ کے ماتحت ہے کہ اس میں شہد کی سی عمدہ اور سودمند باتیں بھری پڑی ہیں۔ جاؤ تمام مشاہیر عالم کی سوانح حیات دیکھ جاؤ۔ تمہیں ایک بھی انسان ایسا نہ ملیگا جس کی کامیابی محنت کی شرمندہ احسان نہ ہو۔ اس دہر ناپائیدار میں جن اشخاص نے اپنے عدیم النظیر اور محیر العقول کارناموں سے دنیا کی کایا پلٹ دی وہ اس قدر ذہین نہ تھے جس قدر کہ محنتی متحمل اور صابر تھے۔ بلبل شیراز حضرت سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے جسکو ہم اردو میں بیان کرتے ہیں۔

"کام تو صبر اور استقلال ہی سے بنا کرتے ہیں
جلدی کرنے والا اپنی جلدی کے سبب ٹھوکریں
کھاتا ہے۔ تیز گھوڑا بہت جلد تھک جاتا ہے
مگر آہستہ چلنے والا اونٹ اور گدھا دن رات
چلتا ہی رہتا ہے"

صبر محنت اور استقلال کا تمام فلسفہ ذیل کے جملے میں پنہاں ہے۔

"سہج پکے سو میٹھا ہو" یا "دیر آید درست آید"

اس لئے اگر ہم محنت کے عادی ہو جائیں تو تمام کام نہ صرف آسان ہی ہو جائیں بلکہ ہم سے پناہ مانگیں سر رابرٹ پیل جو انگریزی پارلیمنٹ کے چشم و چراغ تھے کیا اُنہوں نے محض ذہانت کی وجہ سے اسقدر

شہرت حاصل کی اور نام پیدا کیا۔ ہرگز نہیں بلکہ صرف "محنت" کی وجہ سے۔"

اسپ لاغر میاں بکار آید

روز میداں نہ گاؤ پرواری

سر رابرٹ پیل ہنوز بچہ ہی تھے کہ آپ کے والد اُن کو میز پر بٹھا دیتے اور تقریر کرنا سکھاتے۔ اگرچہ ابتدا میں اُن کی ترقی کی رفتار بہت دھیمی تھی مگر وہ جلدی ہی اسباب پر قادر ہو گئے کہ بے تکلف تقریر کرتے۔ جب سر رابرٹ پیل پارلیمنٹ میں داخل ہوئے تو ایسی دھواں دھار تقریریں کیں کہ تمام ایوان تھرا اُٹھا۔ اراکین پارلیمنٹ دنگ رہ گئے۔ کیا ایسی قابلیت صاحب موصوف میں چشم زدن میں حلول کر گئی۔ ہرگز نہیں۔ یہ برسوں کی لگاتار محنت کا نتیجہ تھی۔ مادر وطن کے مایہ ناز فرزند سایٹ آنریبل سری نواس شاستری کو یورپ اور امریکہ نے سلور ٹنگ (لسان سیم) مانا ہے کیوں؟ کیا سلور ٹنگ بننے کی طاقت انہیں یکایک حاصل ہو گئی؟ نہیں۔ یہ سالہا سال کی محنت شاقہ کا پھل ہے۔ دوستو دُور کیوں جاتے ہو۔ جاؤ "تحقیق الاسلام" کے مصنف سے پوچھو۔ کیا اس کے بال یونہی دھوپ میں سفید ہو گئے؟ کیا کامل پچیس برس یہ پیر جوان ہمت مسلسل آوجی کے سمندر نہیں گھنگھولتا رہا۔ کیا قرآن جیسے بحر بیکراں کی ایک ہی غواصی میں "تحقیق الاسلام" جیسا بے بہا موتی قوم کی نذر کر دیا؟ یاد رکھو قرآن دنیا کی وہ زبردست کتاب ہے جس نے مارگولیوس اسپرنگر زویمر۔ بوہل۔ گولڈ زیہر اور دلہوسن وغیرہ جیسے فاضلوں کے مُنہ توڑ دیئے تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ "تحقیق الاسلام" کے مصنف کی ایک ہی جست سے قرآن کے جوڑے ہل گئے اور بتیسی حلق میں اُتر گئی۔ دوستو یہ خیال خام دل سے نکال دو۔ پچیس برس کی عرق ریزی اور جانفشانی کا ثمر ہے۔

گیار ڈونی صاحب جو دنیا کا ایک مشہور و معروف ستار بجانے والا تھا اس سے ایک نوجوان نے سوال کیا کہ کیوں صاحب میں کتنے عرصے میں آپ جیسی ستار بجانے لگوں گا تو صاحب موصوف نے جواب دیا کہ:-

"اگر ۱۲ گھنٹے یومیہ کے حساب سے چھبیس برس لگاتار محنت کرو تو۔"

یقیناً ترقی کی رفتار بہت سست اور دھیمی ہو بڑے بڑے نتائج آن واحد میں ظہور پذیر نہیں ہوتے ہمیں قدم قدم چلنا پڑتا ہے۔ کائنات کی سب سے بڑی ہستی (جناب مسیح) کی زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ دنیا کی قسمت کا فیصلہ تیس برس کی تیاری کے بعد صادر ہوا۔ جب میں ناصرۃ میں تھا تو اُن چوبی اشیا کو جنکو ذات پاک (جناب مسیح) کے مبارک ہاتھوں سے بننے کا شرف حاصل ہو چکا ہے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ جوش مسرت سے آنسو جاری ہو گئے۔ ان اشیاء کو چوما گلے سے لگایا لسان الغیب نے اپنے معشوق کے ایک سیاہ تل کے بدلے سمرقند اور بخارا بخشنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر میں اپنے معشوق (مسیح) کی ایک ایک چوبی کاریگری پر زمین و آسمان قربان کرنے کو تیار ہوں لہذا ہو جاؤں اس نثاری پر۔ کامل بائیس برس تیشہ چلایا! اور وہ اشیاء تیار کیں جن کے سامنے دنیا کی تمام صناعی ہیچ ہے۔ افسوس مجھے چشم تصور کہاں سے کہاں لے گئی۔ آمدم بر سر مطلب۔ سٹیر صاحب کہتے ہیں اور کیا خوب کہتے ہیں۔

"انتظار کھینچنے کی عادت پیدا کرنا کامیابی کے راز کی مفتاح پر قبضہ کرنا ہے۔ محنت صبر اور استقلال کے ذریعہ توت کی پتیاں بھی ریشم بنجاتی ہیں۔"

وہ برگزیدہ ہستیاں جن کی ذات سے لوگوں کو نفع کثیر حاصل ہوا۔ ایک مدت دراز تک کام میں مشغول اور محنت میں غرق رہیں۔ اُن کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوا۔ جس بیج کو انہوں نے بویا تھا وہ برف کے نیچے دبا رہا اور اکثر اوقات یہ بھی ہوا کہ آمد بہار سے پیشتر ہی بونے والا قبر میں محو آرام ہو گیا۔ علامہ بکل نے جو تمدن اور معاشرت پر بے نظیر لاثانی تصانیف تیار کیں ان کی حین حیات تک کوئی اُن کتب کا پرسان حال نہ ہوا۔ پورے ستر برس تک کسی نے اُن کی طرف توجہ مبذول نہ کی اور انیسویں صدی میں آکر اُن گنج شائیگان کی قدر معلوم ہوئی۔ مایوسی اور نا امیدی قضائے مبرم سے کچھ کم نہیں۔ خدا اس بلا سے ہر بشر کو محفوظ رکھے۔ کیونکہ اسی مایوسی اور نا امیدی نے بڑے بڑے صاحب ہمت انسانوں کی کمر توڑ دی۔ آج ہمارے ایک پرانے مسیحی دوست نا امید اور مایوس ہو چکے ہیں کہ عیسائی دنیا میں "تحقیق الاسلام" مقبول نہیں ہوگی۔

کیوں؟

اس کا جواب تو گوالمنڈی کے روڑے ہی دینگے۔ مگر ہم تو کہتے ہیں کہ عیسائیوں کی بھی ہمارے دوست نے ایک ہی کہی۔ یہ تو عجیب مخلوق ہیں۔ اُنہوں نے تو آج تک انجیل کے نسخہ کی بھی کما حقہٗ قدر نہ کی۔ ان کو کیا معلوم "تحقیق الاسلام" کیا چیز ہے۔ جاؤ علامہ ملک سے پوچھو۔ جنگل صورت سے شب لرزاں کانپتے تھے۔ اور لاہور چھوڑ کر کلکتے بھاگ گئے۔ مجھے ایک خط کے دوران میں لکھتے ہیں:-

"عزیزی حمید سلمہ اللہ تعالیٰ "تحقیق الاسلام" کے لئے مشکور ہوں۔ یقین جانئے اس کتاب کو پڑھکر میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ برخوردار تم مجھ سے اس کا جواب طلب کرتے ہو میری تو ساری علمیت آب

یک صفحے کی کتاب کے سامنے خاک سیاہ ہوگئی
کیا کہوں . . . .
عمر ستر برس سے تجاوز کر گئی ہے ہاتھ کانپتے ہیں۔ اگر ان پرانی ہڈیوں میں توانائی ہوتی تو غلام مسیح تک پہنچتا۔ مگر آج سے تم مجھے اپنا ہم خیال سمجھو۔ اصطباغ ایک ظاہری نشان ہے . . . .
زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں کسی دن آکر بیجا و تحقیق الاسلام کے باقی حصے اگر چھپ چکے ہوں تو ساتھ لیتے آنا . . .
. . . .
الصدا الصدا اس سے زیادہ "تحقیق الاسلام" کی کامیابی کیا ہوسکتی ہے۔ وہ انسان جس کی ہمت کے سامنے کوہ ہمالہ بھی کوئی چیز نہیں ہے آج اس کتاب کے سامنے عاجز اور درماندہ ہے۔ کیا یہ معجزہ سے کم ہے؟ ہاں ہم مانتے ہیں کہ "تحقیق الاسلام" عیسائیوں میں کامیاب نہیں ہوگی نہ ہو کیونکہ

قدر زر زرگر بداند قدر گوہر جوہری

مگر وہ وقت نہیں کہ اس غیر فانی اور لاجواب تصنیف کے قدر دان پیدا ہونگے۔

دوستو معاف کرنا۔ میں نفس مضمون سے دور جا پڑا۔ ہاں امیدوں کی مثال شاہ خاور کی مانند ہے کہ جو اس کی طرف رخ کرکے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کی تمام مصیبتیں اور آلام سایہ کی طرح سامنے سے ٹلجاتے ہیں "پھر کیونکر کام کردن" "دوکس طرح خوش رہوں" "دنیا دار المحن ہے" ایسے ایسے لایعنی اور لغو جملے انہیں پست ہمت انسانوں کے منہ سے نکلتے ہیں جنکی امیدیں معدوم ہوگئیں۔ جو اپنا فاتحہ آپ پڑھ چکے

(باقی باقی)

تصحیح

گذشتہ نمبر درفشاں صفحہ ۱۲ کالم اول میں پادری پریڈاس کا ہم صاحب کہ وقت کے ... کی بجائے ۲ سال شادی کی زندگی میں گذرے پڑھنا چاہئے۔

فلسفۃ الاذہان

گذشتہ سے پیوستہ

(از جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب)

یہ امر مسلم ہے کہ حقیقت میں اصطلاحات معانی اور مفاہیم جداگانہ کی تصریح اور وضاحت میں کافی رہنمائی کرتے ہیں اور ذہنی اشیاء کی مختلف کیفیات بتانے کے لئے بھی اصطلاحیں مقرر کی گئی ہیں۔ مثلاً ھ ہمیشہ معتبر ہیں۔ جنکا وجود خارج میں محقق نہیں ہوتا۔ مثلاً نفسیات۔ قانون منطق۔ قانون اخلاق۔ انسان مدنی الطبع اور تمدنی تعلقات کا احساس اس کی زندگی کا خاصہ ہے۔ جس کی بدولت انواع اور افراد مختلفہ پر اس کا اثر پڑتا ہے اور افراد بشر سے ایک گونہ ربط پیدا ہوجاتا ہے۔ مثلاً مالک و مملوک کا رابطہ۔ حاکم و محکوم کا تعلق وغیرہ۔ یہ روابط اور تعلقات قدرتاً محکم ہوتے ہیں اور استحکام روابط کے اعتدال لحاظ سے سلوک ہوتا ہے جس طرح مذہب و ادیان میں واقعات ادعائیہ اشیاء خارجیہ کی مانند حسیات کے دائرہ سے خارج ہیں ویسے ہی فلسفہ کی خصوصیات بھی محدود ہیں۔ اور ان کے اصطلاحی نام رکھ لئے ہیں مثلاً وحدانیت۔ تمدن وغیرہ۔ ان اصطلاحات کے سمجھنے کے لئے کچھ ضروری نہیں کہ ہم بہ اعتبار عقائد مذہبی ان کے معتقد ہوں۔ ممکن ہے کہ تدبر پر ہمارا عقیدہ نہ ہو اور پھر اس کا مفہوم ذہن نشین ہو اور جامع مختصر لیکن مسئلہ اصول تدبر بغیر محنت اور تامل کے ہمارے پیش نظر ہیں۔ مگر اس مفہوم کے قائم ہونے پر ایک شبہ سا پیدا ہوجاتا ہے کہ یہ اصول خود بخود منظر کائنات ہیں یا محض انسانی دماغ نے اس کے خصائص فرض کرلئے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر دقت نظر اس کام کو اپنے ذمہ لے کر معاملات کی تہ کو پہنچکر

ادعائی مسائل کا اقتباس کرلے تو اس وقت مظہریت کی دلفریب خاصیت مفقود ہوجاتی ہے معقولات میں انسان قدماء کے سرمایۂ تعقل کا قدرتاً وارث ہے اور اسی لئے قدماء کے جملہ تجارب عقلی کے نتائج پیش نظر رکھکر موجودہ زمانہ میں علمی ترقیات کے اضافہ کا تہیہ کرسکتا ہے۔ یہ تجارب قدما اگرچہ زمانہ ماضیہ میں ان لوگوں کو ایسی آسانی سے میسر نہ آئے ہونگے جیسا کہ ہم خیال کرتے ہیں۔ بلکہ . . . ان کو ان کی تحقیق میں ایسی ہی دماغ سوزی کی ضرورت ہوئی ہوگی۔ جیسی کہ ہم کو اب ان کی ترقی کے لئے لازمی ہے

"تاریخ فلسفہ کا کام یہ ہے کہ وہ ہمارے ذہن میں ان تصورات عام کو جو روزانہ معاملات زندگی میں کام آتے رہتے ہیں پیش کرے۔ اور دماغی و تمدنی حالات زندگی کی تحقیق کرے۔ حقیقت میں یہ حالات موجودات ایسے نشوونما کے متعلق بحث کرتے ہیں جنکو انسانی دماغ ترکیب عالم گردہ سمجھ سکتا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ حالات فلسفی اصطلاحات اور مسایل میں لائے جانے سے قبل ہی موجودات میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ جب انسانی دماغ ان کو تحقیق کرے۔ تو اشیاء متصورہ کا وجود ہو بلکہ ان اشیاء کا وجود قبل از تصور و تصدیق ہوا کرتا ہے۔ خواہ ان کے اصطلاحی الفاظ مقررہ کئے ہو اور ان کی تردید و تکذیب میں کسی نے دماغ سے کام نہ لیا ہو۔

اس مقولہ کی تصدیق اس اصول سے بھی ہوتی ہے۔ کہ کسی شے کا وجود اس کے علم سے مقدم ہوتا ہے۔ اور اصول معلومہ متناخر۔ پس موجودات عالم کے حالات مقدم ہوتے ہیں اور انسانی خیالات اور تصورات لازماً متناخر ہیں۔ ہاں ایسی اشیاء کا

ھ ذہن۔ تصور۔ تصدیق۔ احساس جذبہ۔ مادیات خارجیہ کی طرح معقولات میں بھی قوانین متعددہ

علم حالت تحقیق و تدقیق میں بہ نسبت اُس طبقۂ متقدمین کے جس نے اوّل اصول کو منضبط کیا کہیں زیادہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً اول کسی نے ایک شے کی خاص حالت دریافت کی۔ اور اس کو اُسی حالت سے مخصوص کر دیا۔ لیکن ادوار متاخرہ کے محققین اس حالت کو مسلم رکھ کر بہت ممکن بلکہ ضروری ہے کہ دیگر خصوصیات کا بنظر غائر مطالعہ کریں اور اپنی مکتسبہ معلومات ماقبل سے منضم کر کے اس کو ایک دقیق اور مبسوط معلومات بنالیں۔

دنیا میں ایسا وقت کبھی نہیں آیا کہ حُسن و قبح۔ بہتر و بدتر اشیاء کا تصور نہ قائم کیا گیا ہو۔ ہر وقت دماغ انسانی نے کچھ ایسی خصوصیات اشیاء قائم کر لیں کہ جن کو آخر میں قانون قدرت ٹھہرا لیا۔ مگر انسان متاخر نے اپنی تلاش اور دماغ سوزی سے ان میں اور چار چاند لگا دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ علم فلسفہ ہمیشہ ترقی کرتا رہا ہے۔ اور جب تک دماغ مادیات سے معقولات کی طرف قدرتاً منتقل ہوتے رہینگے اور انسان کو روحانیات اور غیر مرئی اشیاء کی کیفیات کا اشتیاق باقی رہیگا اور تصورات ذہنی اُس کے معاملات علمی اور عمل پر ایک نمایاں اثر پیدا کرتے رہینگے یہ ترقی کی رفتار بدستور جاری رہیگی اور ایک وقت ایسا آئیگا کہ جب انسان قدیم کا انسان متاخر سے علمی مقابلہ ہوگا۔ تو متقدم الذکر بالیقین طفل مکتب سے زیادہ نہ ٹھہریگا۔

اگر ہم فلسفہ کے اصول کو پیش نظر رکھ کر قوائے ذہنیہ کے تصورات کو تجربات روزانہ سے جو ہمیشہ اپنا حیرت انگیز اثر دکھا کر قوی عملی کا مسلک بدلتے رہتے ہیں مطابق کریں تو ان اصول کی تکمیل اور جامعیت مسئلہ حیات کی پیچیدگیوں اور اسرار کے مقابلہ میں بہت کچھ ناقص اور غیر مکمل پائینگے۔ لیکن فلسفہ کی تطبیق کا سلسلہ تواتر عمل اگر جاری رہا تو دشوار نہیں کہ یہ اصول علمی انسانی افعال باطنی پر حاوی اور منطبق ہو جائیں۔

تجارب کثیرہ میں سے اگر ایک تجربہ اپنا عملی تجربہ بنا کرے اور اس پر اس نظر سے تنقید کی جائے کہ دوسرے حالات مسلسل اور افعال سے قطع نظر کریں اور ایک محدود صورت میں یہ مسئلہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہے تو ہمارے ذہنی عملوں میں یہ تجربہ بالتصور ایک تغیر نما اصول قرار پائیگا اور ایک ایسی حالت پیدا کر دیگا کہ ہم اشیاء مختلفہ کے لئے جداگانہ قانون مقرر کرینگے اگر ہمارے قوائے ذہنی پر ایک نامعلوم کیفیت کا طاری ہونا تھا تو اب ہم اس قابل ہو جائینگے کہ بہتر طریقہ سے اپنا مسلک آپ قائم کریں۔ اگر قبل ازیں ہمارے افعال مختلفہ قوانین تھے تو اب ہم خود قوانین اور اصول کے موجد بن سکینگے۔ اور ان اصولوں کو اپنی ضروریات کے مطابق بہتر طریقہ سے عمل میں لائینگے یعنی ایک انفعالی کیفیت فاعلی حالت سے بدل جائیگی۔ منتامل۔

مسوخی پادری سگرٹ

پیارے خان مورخہ ۲۰ لغایتہ ۲۸ مارچ ۱۹۲۴ء یو۔ پی سنڈ پنجاب کے سالانہ اجلاس متواتر منعقد ہوتے رہے۔ احقر نے بحیثیت ایلچی سنڈ کا ممبر تھا۔ سنڈ کے تیسرے اجلاس میں پادری سگرٹ کی منسوخی کے لئے آواز اُٹھائی۔ سنڈ ایک زبردست اور عظیم الشان طاقت ہے جو ۲۲ ہزار سے زیادہ پنجابی مسیحیوں کے حقوق عزت اور جذبات کی ذمہ دار ہے اور محافظ ہے اُس نے موجد سگرٹ کے اس شرمناک فعل پر نہایت متنفرو تحقیر کا اظہار کیا اور اس کی تنسیخ و ترمیم کی ٹھان لی ہے۔ فی الحال یہ منظور ہوا ہے کہ یو۔ پی سنڈ کے ایلچیوں کی معرفت جو پنجاب نیشنل کرسچن کونسل میں نمائندے ہونگے ایک چٹھی بدیں مضمون کونسل کے غور کے لئے بھیجی جاوے تاکہ کونسل براہ راست یا بذریعہ سرکار بلند اقبال اس کے رد و فسخ میں کوشش کرے۔

(۱) پادری سگرٹ کے نام سے کسی سگرٹ کو نامزد کرنا بزرگ پادریوں کی سخت ہتک و بیعزتی ہے
(۲) بائبل کی تصویر سگرٹ پر دکھانا پاک کلام کو بدنام و رسوا کرنا ہے۔
(۳) سگرٹ کو پادری کے نام سے موسوم کرنا مسیحی بچوں کے دھیان و رجحان کو سگرٹ کی طرف رجوع کرنا ہے گویا کمپنی اس حرکت سے مسیحی بچوں کے اخلاق پر ایک زبردست حملہ کرتی ہے۔ جو کسی طرح قابل عفو نہیں ہے۔
(۴) اس نام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ پادریوں کی حمایت و رضامندی سے یہ سگرٹ ایجاد ہوا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اور یہ ایک جھوٹا الزام ہے جس میں کمپنی سخت قصوروار ہے۔
(۵) اس کمپنی نے اور کمپنیوں کو جرأت دلائی ہے کہ وہ آزادانہ اپنی سگرٹوں کے لئے مسیح سگرٹ۔ روح القدس سگرٹ۔ پولوس سگرٹ۔ کلام سگرٹ جیسے نام رکھ لیں تو گویا یہ کمپنی ایک عالمگیر خرابی کا باعث ہوئی ہے۔

امید ہے کہ کونسل کمپنی کو اس کی نا کردنی حرکت و ناشائستہ شرارت سے جلد آگاہ کریگی اور اگر کسی وجہ سے گورنمنٹ کی ... تنبیہ پر کمپنی نے کان نہ لگایا تو اور اپنے کئے پر پچھتائی تو جلدی دیگر جملہ ممکن وسائل کہ جن کی تعمیل سے کمپنی کو ہرگز قرار نصیب نہ ہو سکیگا عمل میں لائے جائینگے۔

کیسی خوب تنبیہ رہے۔

احقر رفیق ننکانوی بسیالکوٹ

ینگسن آباد اور اسکا رُوح میں بڑھنا

پڑھنے والے اس بستی سے واقف ہی ہونگے جو گوگیرہ برانچ ضلع شیخوپورہ میں واقع ہے ڈاکٹر ینگسن صاحب مرحوم نے اس کو آباد کیا تھا جو عرصہ ۲۵ سال کا ہوچکا ہے سیاوری سکاٹ صاحب نے بڑی جانفشانی اس گاؤں کے لئے کی ایک گرجہ گھر تعمیر کروایا۔ مس میکوئن صاحبہ کو وہاں رہنے کے لئے تعینات فرمایا اور کافی زمین خرید کر مشن کوارٹرز قائم کئے۔ لڑکیوں کا سکول زیرِ نگرانی مشن کر دیا اور سرِ دست اُس کے خرچ کے ذمے وار ہوئے مس صاحبات دن گلی گلی اور گھر بہ گھر بھائی بہنوں کی تعلیم و امداد اور خبرگیری کے لئے پھرتی رہتی ہیں اور تمام مشکلات جھیلتی ہیں۔ چند سال شروع میں جماعت بغیر پاسٹر رہی۔ لیکن ڈاکٹر ینگسن اور پادری سکاٹ صاحب کی کوششوں سے ایک پاسٹر مبلغ ۱۵ ماہوار پر بھیجا گیا اور اس کے چھ سال کے عرصے کے بعد اسکی جگہ دوسرا پاسٹر مبلغ ۳۰ ماہوار پر مقرر کیا گیا۔ بعد ازاں دوسرے پاسٹر کی تبدیلی پر پھر پہلا پاسٹر مقرر کیا گیا جسکو کلیسیا نے ۱۰۰ ماہوار دیئے۔ یعنی ۱۲ سال کے عرصہ میں کلیسیا نے دگنی ترقی کی۔ یعنی ۱۵ سے ۱۰۰ اپنے پاسٹر کو دیتی رہی۔ جو ہندوستان اور خاصکر کے آزاد جماعتوں کے فخر کا باعث ہے۔ لیکن اب جبکہ اٹھارہ سال سے کلیسیا ینگسن آباد نے اپنی اس ترقی سے ولایت تک شہرت حاصل کی۔ ترقی کے بجائے تنزل شروع کر دی ہے۔ جو کہ ہندوستانی مسیحیوں کے لئے اور خاصکر اس جماعت سے تعلقات رکھنے والوں کیلئے موجب خوشی و مسرت نہ ہوگی کہ اٹھارہ برس کا نوجوان اپنی اس شہزوری میں دس ہاتھ پیچھے کی طرف کود ا جبکہ دس ہاتھ آگے کرنا چاہیے تھا یعنی نیا پاسٹر جو وہ مقرر کرنا چاہتے ہیں اس کے ۳۰ روپے دینا منظور کیا۔ جبکہ اس سے پیشتر چھ سال تک وہ چالیس روپے ماہوار دیتے رہے ہیں اور ابتدائے چھ سال کے عرصے کے بعد وہ کسی ایسے کو رکھینگے جس کو وہ بیس روپے ماہوار سے زیادہ نہ دے سکیں۔ یا دوسرے الفاظ میں پاسٹر کا تعلق منقطع کر دیویں۔ اے ہندوستان کی آزاد کلیسیاؤ جاگو آنکھیں کھولو۔ پیچھے کی طرف قدم نہ بڑھاؤ۔ مشن نے تم کو زمین دیگر آزاد کیا ہے۔ آزادانہ قدم مارو۔ اور کشادہ دلی سے جیسا تم نے پایا مسیح کے جلال کے لئے خرچ کرو۔ تم نے مفت پایا مفت دو۔" اور کھیت کے مالک کی منت کرو کہ وہ کھیت کاٹنے کے لئے زبردست مزدور بھیج دے"۔ جب ایک آزاد اور خود مختار آپ جیسی کلیسیا کا یہ حال ہے تو مشن کی حدود کے اندر سیلف سپورٹ کیا مشکل ہوگا۔ لیکن وہ آپ سے بہت بڑھے ہوئے ہیں خدا آپ کی آنکھوں کو کھولے۔ آمین۔

راقم۔ یکے از خیر خواہ۔ ینگسن آباد

عجیب ملک جہاں مُردہ کو گاڑتے نہیں بلکہ نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کرگسوں کو کھلا دیتے ہیں

دنیا میں سوا ئے تبت کے اور کوئی ملک ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے باشندے انسانی نعشوں کو سخت ظالمانہ اور شدید سنگ دلانہ طور سے ٹھکانے لگاتے ہوں۔ ہندو اپنے مردوں کو سپرد آتش کرکے جلا ڈالتے ہیں مسلمان اور عیسائی سپرد خاک کرکے زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ مگر تبت میں جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو ایک قسم کے نیچ ذات لوگوں کو اُجرت پر بلاکر نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاتے ہیں اور ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کرکے مردہ کا گوشت پوست اور ہڈی غرضیکہ نعش کا تمام حصہ گدھ کو کھلا دیا جاتا ہے۔ اہلِ تبت اپنے مُردہ کو دفن صرف اسی وقت کرتے ہیں جبکہ وہ کسی سخت وبائی بیماری سے مرا ہو۔ تبت کا شمار حالانکہ سرد ترین ملکوں میں ہے مگر وہاں چیچک سب سے زیادہ وبائی بیماری ہوتی ہے چیچک کے انفلوئنزا اور گلے کی بیماریاں بھی وبائی شکل اختیار کرلیتی ہیں جس سے تبت کی آبادی کم ہوتی رہتی ہے کھاتا پیتا یعنے فارغ البال آدمی جب مرجاتا ہے تو معمول یہی ہے کہ اس کی نعش کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گدوں کو کھلا دیا جاتا ہے

موت کے واقع ہونے کے بعد نعش کو تین دن تک گھر میں رہنے دیتے ہیں۔ خاندانی لاما کے گھر آکر نعش کے اوپر سے کپڑے وغیرہ اُتار کر پہلے مُردہ کے گھٹنوں کو توڑ دیتا ہے اور پھر نعش کو دوہرا کرکے رسیوں سے جکڑ دیتا ہے۔ پھر اس کو دوسرے پہاڑ پر لے جاتے ہیں اور ایک قسم کے نیچ ذات لوگ جو بھنگیوں سے مشابہ ہیں نعش کے ٹکڑے کرکے گدوں کو کھلا دیتے ہیں۔

یقیناً دنیا میں اس سے بڑھکر اور کوئی نفرت انگیز دہشت خیز اور گھناؤنا طریقہ نعش کو ٹھکانے لگانے کا نہیں ہے۔ (مصلح)

ٹکٹ لگانے کی ضرورت

بادشاہ وقت کو جو عرضیاں اور اپیلیں بھیجی جاتی ہیں اُن پر ٹکٹ لگانے کی ضرورت نہیں۔

پارلیمنٹ کو جو درخواستیں بغرض رحم بھیجی جاتی ہیں ان پر ٹکٹ چسپاں نہیں کئے جاتے۔ بشرطیکہ اُن کا وزن ایک سیر سے زیادہ نہ ہو۔

محکمہ ڈاک کو جو شکایتی خطوط بھیجے جاتے ہیں اُن پر بھی ٹکٹ لگانے کی ضرورت نہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ دیجئے

خبریں

نیسرا شہیدی جتھہ ، ۱۰ مارچ کو جیتو پہنچ گیا اس جتھے کے ہمراہ کوئی سنگت نہ تھی ۔حکام نابھہ نے دوسرے شہیدی جتھے کی طرح اس جتھے کو بھی شرائط ملحوظ کر دیں ۔ جتھے نے ان کو نہ مانا۔ آخرکار پانسو کے پانسو اکالی امن وامان کے ساتھ قید ہو گئے گرنتھ صاحب کو پورے اعزاز کے ساتھ دھوم سالہ میں پہنچا دیا گیا۔ اس ناکام تنازعہ کا دوسرا باب امن و امان کے ساتھ ختم ہوا۔

کانپور کاٹن ملز کے مزدوروں نے بونس (انعام) کی بابت ہڑتال کر کے بلوہ کر دیا ۔پولیس نے مجبوراً فیر کیا۔ چار ہڑتالی مارے گئے اور ۱۹ زخمی ہوئے مزدوروں کے پتھر وغیرہ پھینکنے سے پولیس کے ۳۵ افراد سپاہی زخمی ہوئے ۔کہتے ہیں کہ کئی نعشیں مقتولین کی منیجر کے اشارہ سے پولیس نے بائلر میں جلا دیں اور بلا ضرورت پولیس نے نہتے مزدوروں پر فیر کیا۔ (اصلاح)

شمالی کلکتہ میں ۵ آدمی ایک موٹر میں بیٹھ کر ایک غلہ فروش کی دکان میں گئے ۔ ایک آدمی کے پاس ریوالور اور ایک کے پاس خنجر تھا۔ دو گولیاں چلا کر جمعدار کو مار ڈالا اور صندوقچہ نقدی کے لے گئے جس میں صرف دو سو روپے تھے اور کچھ حساب کتاب کی کتابیں لے گئے ۔تین آدمیوں کو لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ دو موٹر کار میں بیٹھ کر بھاگ گئے ۔

طاعون کی شدت کے سبب سے روہتک کی تمام عدالتیں ۳ مارچ سے ۱۵ روز کے لئے بند کر دی گئیں ۔اب سوائے ایک عدالت فوجداری کے باقی تمام عدالتیں ۱۸ ماہ حال تک بند رہینگی

ببر اکالیوں کے سازش کے مقدمہ میں مجسٹریٹ کی تحقیقات ختم ہو گئی۔ ۱۰۹ ملزموں کو مجسٹریٹ نے سشن سپرد کر دیا۔ ۵ ببر اکالیوں کو مجسٹریٹ نے رہا کر دیا۔ ان میں چار آدمیوں کو سازشیوں کو پناہ دینے کے الزام میں پولیس نے مکرر گرفتار کر لیا۔

ملک سوراج فنڈ میں ۱½ کروڑ روپے تین سال میں چندہ سے جمع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر روپیہ کھدر اور قومی تعلیم میں خرچ کیا گیا ۲۱ لاکھ روپے کی غیر منقولہ جائیداد خریدی گئی جس کی آمدنی سے کانگرس کا کام چلایا جاتا ہے۔

کلکتہ میں ۲۰۵۰ بکس افیون ۱۱ لاکھ ۲۸ ہزار ۵ سو روپے میں فروخت کئے گئے۔

ہولی کے دن سکھوں نے ہندوؤں کو امرتسر میں پیٹا تھا۔ پولیس نے ۹ سکھوں کو بلوہ کے الزام میں گرفتار کر کے ان کا چالان کر دیا۔

بادشاہ سلامت کی سالگرہ ہندوستان میں ۳ جون کو منائی جائیگی۔

پنجاب گورنمنٹ کے وہ دفاتر جو شملہ جایا کرتے ہیں ۲ مئی کو لاہور میں بند ہو کر ۱۲ اسی کو شملہ میں کھل جائینگے ۔

بنگالہ کے دونوں وزیر مسلمان تھے۔ سوراجی ممبران کونسل نے جب سے ان کی تنخواہ کی رقم نا منظور کی ہے تب سے کلکتہ کے ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات کشیدہ ہو رہے ہیں۔

آسام کونسل نے وزیروں کی تنخواہ گھٹا کر پندرہ سو ماہوار کر دی ہے۔ اس لئے آنریبل مولوی سید محمد سعداللہ وزیر تعلیم اپنے عہدہ وزارت سے استعفے دینے والے ہیں۔

عصمت پاشا ترکی وزیر اعظم نے بیان کیا کہ چونکہ معزول خلیفہ نے ترکی پارلیمنٹ کے فیصلہ کے برخلاف علانیہ صدائے احتجاج بلند کر کے اپنے آپ کو جائز خلیفہ مشتہر کیا ہے۔ اس لئے ترکی پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ معزول خلیفہ کو ذرینہ مالی امداد نہ دی جائے ۔

انگلستان میں عنقریب ایک قانون بننے والا ہے۔ جس کے مطابق ہر ایک مزدور دن میں صرف آٹھ گھنٹے تک کام کیا کریگا۔ گویا مزدوری کے دن کی میعاد صرف آٹھ گھنٹے ہوگی ۔

جنوبی افریقہ کی یونین اسمبلی (پارلیمنٹ) اُٹھا دی جائیگی ۔جدید پارلیمنٹ کا انتخاب ہوگا۔ اس لئے جنوبی افریقہ کی گورنمنٹ کی رائے سے پرنس آف ویلز کی سیاحت بھی ملتوی کر دی گئی ۔

ترکستان میں روسی گورنمنٹ کے خلاف وہاں کے ۳۰ ہزار مسلمانوں نے نہایت عمدہ بنیادوں پر تازہ بغاوت شروع کر دی ہے۔

نائب وزیر ہند نے پارلیمنٹ میں ارل ونٹرٹن کے سوال کے جواب میں کہا کہ گورنر جنرل ہندوستان (وائسرائے) نے مجھ کو مطلع کیا ہے کہ نیچ ذات کے ہندوؤں نے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ ان کے ایک قائم مقام کو امپیریل لیجسلیٹو اسمبلی کا ممبر مقرر کیا جائے تو کسی ممبری کے خالی ہوتے ہی یقیناً میں ان کے مطالبہ پر غور کر کے نیچ ذات کے ہندوؤں کو لیجسلیٹو اسمبلی کا ممبر مقرر کرونگا (یہ خیال وائسرائے کا نہایت عمدہ ہے جنوبی ہندوستان کے نیچ ذات ہندوؤں پر تو ظلم و ستم کی اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی طرف سے حد ہو چکی کہ ان بیچاروں کو سڑک پر سے بھی نہیں گذرنے دیتے ۔ اگر جنوبی ہندوستان کے نیچ ذات ہندو مسلمان ہو جائیں تو بہت ہی اچھا ہے۔ فوراً مسلمان انکو اپنے ساتھ ملا لینگے ۔بہر حال ہندو خود اپنے نیچ ذات ہندوؤں کو ذلیل بنا رہے ہیں تو گورنمنٹ کا ان کو عزت دینا کہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے برابر بٹھا کر لیجسلیٹو اسمبلی دینا کیسی اعلیٰ صفات انسانی کا مظہر ہے۔ یہ ...

قربان کر دیں۔ بہت سے ارمان اس کی دوستی پر فدا کر دیئے۔ بہت سے ارادے نامکمل چھوڑ دیئے مگر اُس کی دوستی کو نہ جانا۔ اور ایسا درجہ حاصل کر لیا جیسے فنافی الدوست۔ جب میرے دوست کو یقین کامل ہؤا کہ در اصل یہ میرا دوست ہے۔ جب مجھے فنافی الدوست ہونے کی مسرت کامل حاصل ہونے کو تھی اس وقت وہ میرا پیارا دوست میری روح رواں میرے ہاتھ سے کھو یا گیا۔

ایک سچے دوست کی دوستی پر بھروسا کرنے سے جو بے انتہا انبساط حاصل ہوتی ہے جب اُس کے ملنے کا وقت آیا تو وہ دوستی مفقود ہوگئی۔ آہ! نہ دوست کی بے اعتنائی سے نہ میری لاپروائی سے۔ اور نہ بے وفائی سے۔ بلکہ اجل نے سچی دوستی کا وہ گوہر نایاب مجھ سے چھین لیا۔ پس دوستو مجھے تلاش ہے ایک سچے مستقل مزاج دلی دوست کی۔ ایسے دوست کی تلاش کیجئے جو آپ کے مقابلے میں دنیا کی کل منفعتیں ہیچ سمجھے۔ مجھے تلاش ہے اب ایسے دوست کی جو میری دوستی کی خاطر ہر قربانی کو تیار ہو۔ مگر میری دوستی کی قربانی نہ کر سکے۔ آہ! ایسا دوست سوائے خدائے کارساز کی مہربانی کے اور کہاں ملسکتا ہے۔ میں نے بہت آشنائیں کیں میں نے سالہا سال صرف دوستی ہی حاصل کرنے کی خاطر گزار دیئے۔ بے غرض محبت کی۔ اور حکم احکام مانے۔ مدت العمر سیر و سیاحت کی۔ عجیب و غریب لباس پہنکر بھیس بدل بدل کر شہروں جنگلوں۔ پہاڑوں میں مارا مارا پھرا۔ مگر آخر میں لوگ ایسے ابن الغرض ثابت ہوئے۔ مجھے اس سے مطلب نہیں کہ ایسا دوست کون ہونا چاہئے۔ مرد یا عورت۔ عزیز یا غیر نہیں مجھے تو تلاش حسب دلخواہ ایک دوست کی ہے۔ وہ بیٹی کی صورت میں ملے یا بیٹے کی مجھے تلاش ایک دوست کی ہے۔ خواہ وہ بہن بنکر ملے یا بھائی۔ ماں بنکر ملے یا بھاوج یگانوں یا بیگانوں میں خادم بنکر ملے یا مخدوم نوکر ہو یا آقا۔ شہر بلا۔ غرضیکہ مجھے تلاش ہے ایک سچے دلی خیرخواہ کی۔ ایسے دوست کی جسے میرے آرام سے آرام۔ تکلیف میں میرے غم کا احساس ہو۔ میری خوشی میں خوش ہو۔ غم میں غمگین۔ میری پریشانی کے وقت میری دلجوئی تسلی کرے۔ میرا دل بہلائے اور میرا غم غلط ہونے کی تدبیر کرے۔ میرے دوست کو میرا دوست جانے بلکہ میرے دشمن کو بھی دوست سمجھے۔ آہ! ایسے مخلص رفیق حبیب کی تلاش ہے . . . . میرا خیال تھا کہ شاید کسی دن دوست ثابت ہو۔ آہ! میرے دل میں اس کے متعلق اس کی دوستی کے لگاؤ سے بہت بہت ارادے تھے۔ بہت بہت منصوبے تھے۔ مگر آہ! امتحان دوستی میں کامل نہ اُتر سکا۔ وہی حسد کا شکار ہو گیا۔ بجائے دوستی دشمنی ظاہر کی۔ میرے غمگین و شکستہ دل کی شکستگی کا خیال نہ کر کے اپنی تمام ہمدردیوں۔ دوستیوں کے وعدے بالائے طاق رکھدیئے۔ آہ وہ سب عقیدت و ارادت مصنوعی ظاہر ہوئی۔ اور جہاں مجھے اور صدہا صدمات و پریشانیاں تھیں وہ اس خود غرض دوست کی ایسی جلدی کنارہ کشی کرنے کا صدمہ بھی مستزاد ہو گیا۔ مجھے تلاش ہے ایک ایسے دوست کی جس میں حسد ہو نہ عداوت نہ تضنع نہ تکلف۔ بے ریا ہو۔ مجھے تلاش ہے ایک دوست کی غریب ہو۔ ذلیل ہو سب کچھ ہو۔ مگر دوست ہو شیخی باز۔ زمانہ ساز۔ ہوا کا رخ دیکھنے والا۔ وقت آشنا۔ بوالہوس نہ ہو۔ بلکہ آشنا صادق ہو۔

فرشتہ

بار ہا معزز خریداران کی خدمت میں عرض کی گئی ہو کہ ہر ایک خریدار۔ ایک نیا خریدار ملے اگر ہمت سے کام لیں تو کچھ مشکل نہیں

اولوالعزمان ہمت عیب کبھی کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پھاڑتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

آریوں کی مسیحیت پر نظر عنایت

جب پنڈت کھڑک سنگہ صاحب مرحوم زندہ تھے تو گو اس وقت برہمنوں نے ویدوں کے علم کو عوام سے مخفی رکھا ہؤا تھا تاہم پنڈت صاحب ممدوح الصدر ویدوں کی زبان اور مضامین سے بخوبی واقفیت رکھنے والے عالم تھے۔ آپ نے "اصول و تعلیم آریہ سماج" کے نام سے سات عدد رسالجات ویدک دھرم پر لکھے تھے۔ جو اردو اور انگریزی میں چھپکر شائع ہوئے تھے۔ اردو میں تو وہ ان دنوں غیر مطبوعہ ہیں۔ مگر انگریزی میں یہ جلد رسائل مل سکتے ہیں۔ پر اُردو میں ان کی حد سے زیادہ مانگ ہو۔

مگر عرصہ سے ہمارے مصنفین کی توجہ احادیث اور اقوال المسلمین کی چھان بین پر ایسی لگی رہی ہے کہ ویدک دھرم سے واقفیت حاصل کرنے اور سنسکرت زبان سیکھنے یا ویدوں کے انگریزی تراجم و کتب متعددہ کو پڑھنے سے پہلو تہی اختیار کر رکھی ہے "آریہ سماج نے . . . میدان خالی پا کر مسیحیت پر حملے شروع کر دیئے ہیں جس کی ہمیں حال ہی میں اطلاع ملی ہے۔ ہم ایک فہرست ان کتب و ٹریکٹ ہا کی تیار کر رہے ہیں جو اس عرصہ میں آریہ سماج کی طرف سے مسیحیت اور مسیح کے خلاف لکھی جا چکی ہیں جن کے مضامین سے ہمارے مبلغین و مناظرین کو کوئی علم ہی نہیں اور اگر کسی کو ہے وہ اسی کے داغ میں ہے۔ ورنہ ویدک دھرم کو جاننے والے ہم میں عنقا صفت ہیں۔

مگر ہم اپنی جماعت کو خطرہ کے الارم سے خبردار کرنے کی خاطر ایک چھوٹی سی مگر امر واقعہ کی حقیقی تصویر پیش کرنے والی مثال پیش کرتے ہیں۔ تاکہ وہ معلوم کر لیں کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ چنانچہ آج مدت دراز کے بعد آریہ گزٹ کا پرچہ ہمارے زیر مطالعہ آیا اور اس میں مسیحیت کے خلاف زہر اگلا ہؤا پایا۔



(جو ہو نہار)

"مسلمانوں نے فرشتوں، شیطان اور جنوں کے موہومی وجود کو تسلیم کیا۔ اور نو بہات کا دسترخوان بچھا دیا۔ عیسائیوں نے ابن مریم کو ابن اللہ کا خطاب دیا۔ صد حیف خدا کے اکلوتے بیٹا کو مصلوب کرا دیا ہاں یہ ساتواں دشمن (یعنی توہم پرستی۔ راقم) جہل کی شکل میں نمودار ہوا۔ گمراہ انسانوں نے اس کا غلام ہو کر منزل کو چھوڑا اور چاہ ظلمت کا راہ لیا"۔

پھر آگے چلکر لکھا ہے کہ "دوستو اگر آپ نے ان دشمنوں سے بچنے کی کوشش کی تو یہ دشمن تمہارا ایسا قافیہ تنگ کرینگے کہ تمہارا تجربہ خود شہادت دیگا کہ یہ سارے دشمن ہی کامیابی کی شاہراہ میں سد سکندری ثابت ہونے والے ہیں وغیرہ"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۔۔۔ مسیحیت کے خلاف کیسی بدظنی پھیلائی جا رہی ہے۔ ہمارے ارباب فہم کو ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ ورنہ حملہ زور و شور سے ہو رہا ہے اور کب محو خواب غفلت ہیں ؎

مسیحیو ذرا سوچو کہ اپنی بھی خبر کچھ ہے
حریفوں کی تعلی باعث سوز جگر کچھ ہے

خان

کسی سوراجی لیڈر کو لندن نہیں بلایا گیا

پارلیمنٹ میں بجواب ایک سوال مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے بیان کیا کہ انگلستان کی مجلس وزارت کے ساتھ کانفرنس کرنے کے لئے مسٹر گاندھی، مسٹر سی آر داس اور پنڈت موتی لال نہرو کو انگلستان آنے کے لئے بالکل نہیں بلایا گیا۔

بادشاہ سلامت مع ملکہ معظمہ سلطنت کی نمائش گاہ کو ۲۳ ماہ حال کو بہ نفس نفیس افتتاح کرنے کی رسم ادا کرینگے۔

اردو کتابیں

نہایت سستی اور نئی کتب

(محصول ڈاک ذمہ خریدار)

کوریہ کی طرف سے پیغام۔ اس میں اس روحانی تحریک کا ذکر ہے جو چند سال ہوئے ملک کوریہ میں جاری ہوئی اور ۵۰۰۰ ہزار مسیحی اس کی تبدیل کن تاثیر سے متاثر ہوئے۔ ریوائیول کے حالات حیرت انگیز ہیں۔ صفحہ ۲ قیمت ۱ر

خوشحال کی دوسری اننگس۔ مشہور کتاب ہے۔ اس میں تیز گیند۔ ٹیڑھے گیند۔ ہلکے گیند اور شیطان سیرت گیند دینے والے کا بیان از حد پر لطف ہے صرف چند مجلد جلدیں باقی ہیں صفحہ ۴۴ قیمت ۲ر

کیا مسیحی مذہب خدا کی طرف سے ہے۔ اس میں مسیحی مذہب کے منجانب اللہ ہونے اور یسوع مسیح کے مردوں میں سے جی اٹھنے کو ثابت کیا گیا ہے۔ صفحہ ۹۱ والی

لیکچر ۱۔ از پادری ٹامس ہاول صاحب مرحوم۔ توارات کے معتبر ہونے کا ثبوت۔ بائبل۔ قرآن و تواریخ سے صفحہ ۲۴ قیمت ۱ر

لیکچر ۲۔ خدا کے تجسم و خداوند مسیح کی الوہیت کے ثبوت میں۔ صفحہ ۴ قیمت ۱ر

لڑکوں کا راہنما۔ لڑکوں کو خراب صحبت سے بچنے اور تندرست و طاقتور جسمی و ذہنی قوت حاصل کرنے کی نسبت ہدایات و تدابیر صفحہ ۲۷۔ سنفت ۴ر کپڑا ۸ر رومن سنفت ۴ر کپڑا ۸ر

لغات عبرانی۔ عبرانی الفاظ اور اردو میں ہر ایک لفظ کے معنی۔ ترتیب الفاظ بلحاظ مصادر ہے۔ صفحہ ۵۴۴۔ کپڑا دو روپیہ۔

محبوب آتا ہے۔ پادری جان میکنیل صاحب کی کتاب کا اردو ترجمہ مسیح کی دوسری آمد کا بیان ہے۔ صفحہ ۸۵۔ قیمت ۳ر۔ المشتہر۔

سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلباء پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

یونگ کرسچن ہائی سکول لودھیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۲۴ء سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔ شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری میں فی طالب علم پانچ روپیہ اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری کاسکیم ہے۔ متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جز کشائی ۱۰ سے ۵ تک۔ بیرو کرزل ۱۰ سے ۵ تک۔ مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم اے مینیجر نور افشاں امپریس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا